ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

محبت و اطاعت
فلاح و نجاح کا حقیقی راستہ

(خطبۂ جمعۃ المبارک ۱۳۹۵ھ)

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

دعوئ اسلام کی حقیقت محترم بزرگو! اس وقت روئے زمین پر ایک ارب یا زائد افراد اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اسلام کو ہم نے صرف ایک قومی نام فرض کر لیا ہے۔ جیسے کہ پٹھان، خٹک، یوسف زئی، آفریدی، مہمند وزیر یا دیگر قبائلی نام ہیں۔ مسلمان کے گھر جو پیدا ہوا بس اسے سرٹیفیکیٹ اور سند دیدیتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے۔ اگر ایک شخص اسلام کا دعویٰ کرتا ہے، اسلام کا ہمدرد اور خیر خواہ کہلاتا ہے۔ اسلام کا عاشق کہلاتا ہے۔ تو ہم اسکی زندگی کو بھی دیکھیں گے کہ آیا اسکی زندگی میں اسلام کا کوئی رنگ ہے یا نہیں ایک شخص کہتا ہے۔ کہ جوا بہت بری چیز ہے۔ شراب، زنا، برائی ہے۔ قتل مقاتلہ دشمنی اور جتھہ بندی بری باتیں ہیں۔ مگر یہی لیڈر سب سے بڑھ کر شرابی اور زانی ہے۔ قتل و مقاتلہ اس کا مشغلہ ہے۔ افتراق اور انتشار میں سرغنہ ہے۔ دعویٰ کرتا ہے کہ یورپ ہمارا دشمن ہے ہندو ہمارا دشمن ہے۔ انگریز اور امریکہ ہمارا دشمن ہے۔ مگر گھسا رہتا ہے ان ہی کے کیمپ میں اور خیال یہ ہے کہ ان ایوانوں میں گھسنے والا ہی فلاح یافتہ اور کامیاب ہے۔ تو سمجھ لو کہ دعویٰ غلط ہے۔ اور بہت بڑا جھوٹ ہے۔

دعوئ عشق رسول کی حقیقت دعویٰ تو محبت رسول کا کرے، سیرت رسول سے عشق جتلائے اور یہ بھی جلوسوں کی حد تک جیسا کہ ہمارے ہاں شہروں میں جلوس نکلتے رہتے ہیں۔ بڑی ہما ہمی اور ہنگامے ہوتے ہیں، شربت تقسیم ہوتے ہیں۔ جھنڈیاں لگاتے ہیں۔ رسول کے عاشق ہیں۔ مگر جہاں عورتوں کو دیکھا اُسے جلوس ہی میں تاکنے لگ گئے۔ یہ سیرت کا جلسہ اور جلوس مگر کتنی فاحشہ عورتوں کو جلوس کے موقعہ پر نشانہ بنایا گیا! ہے۔ عجیب تماشا لوگوں نے بنا رکھا ہے۔ سیرت کو بلٹ بازی، تھنگڑا۔ ڈول باجہ سمجھ رکھا ہے۔ یہ سیرت رسول

کے عاشق ہیں۔؟ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے عاشق ہیں۔؟ نہ نماز ہے نہ روزہ نہ دین ہے نہ اخلاق نہ اسلام ہے نہ اطاعت مسلمان کی شان اور حالت عجیب ہوگئی ہے۔ یہ سکھ بد بخت جو کچھ بھی ہیں مگر اپنے گرو کا جو طریقہ ہو تو لندن میں رہتے ہوئے بھی اسے نہیں چھوڑتے پگڑی اور داڑھی کے لئے جھگڑتے ہیں، مظاہرے کرتے ہیں۔ عدالتوں میں دعوے دائر کرتے ہیں کہ جب ہمارے مذہب میں ایسی بات کی اجازت نہیں تو عہدہ چھوڑ دیں گے۔ مگر اپنی یونیفارم اور امتیازی نشان قائم رکھیں گے اور ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں محبت کا، اسی کروڑ سے زائد مسلمان ہیں جناب، مگر اسلام کے معیار پر تول تو لیں کہ کتنا جذبہ ایمان و اسلام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے پیمانہ کتنے ہیں۔؟ ان کے حکم ماننے کے لئے کتنے تیار ہیں۔؟ کتنا مانتا ہے، کتنا نہیں۔؟

قول و عمل میں تضاد میرے خیال میں اگر یہ دیکھ لیں تو ہمارے قول اور عمل میں بہت بڑا تضاد اور منافات نظر آجائے گی، کچھ بھی نہیں رہے گا۔ بہت کم مسلمانی رہ جائے گی ——— گویا اسلام کتابوں میں ہے اور مسلمان قبروں میں ہیں کہ جو مر گئے، اسلام اور ایمان ان میں بہتر تھا یا پھر قرآن مجید میں ہے۔ جو طاقچوں میں گرد و غبار سے اٹا پڑا رہتا ہے۔ اور مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور جو مسلمان تھے وہ گذر گئے، شہید ہوگئے ہمارے آباء و اجداد،

اسلام کی بدنامی کا ذریعہ مگر ہم تو اسلام کی بدنمائی کا داغ رہ گئے ہیں۔ میں ۳۰، ۴۰ سال قبل یہاں کے قصبہ امازو گڑھی میں طالب العلم ایک ہندو تھا، وہاں گھڑی ساز، کبھی کبھی ہم اس سے ملتے تو وہ اسلام کی بڑی تعریفیں کیا کرتا تھا۔ ہم نے کہا پھر مسلمان کیوں نہیں ہوتے ہو کہنے لگا اب جبکہ ہندو ہوں تو سب اچھے الفاظ سے بلاتے ہیں، امن سے زندگی گذرتی ہے، اور اگر مسلمان ہوگیا تو یہی مسلمان مجھ پر چڑھ دوڑیں گے راتوں کو نقب لگائیں گے کہ ہمارے اس مسلمان بھائی کے پاس مال ہے تو اپنے مال و جان کی حفاظت کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ ہم حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہم یاغستان جارہے تھے بس سے اترے آگے کا راستہ پہاڑی تھا۔ لوگوں نے کہا آگے دونوں قلعوں کے درمیان راستہ بند ہے۔ دونوں طرف سے گولی چل رہی ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے کو نکلتے ہی قتل کر دیتے ہیں ہم نے پوچھا کہ پھر قلعوں میں بند ہو کہ یہ مسلمان ضروریات زندگی کہاں سے حاصل کر لیتے ہیں، کہا کہ دونوں گاؤں میں دو چار ہندو بھی رہتے ہیں۔ وہ باہر آنے جانے میں آزاد ہیں وہی آتے جاتے ہیں اور سودا سلف بھی وہی لے آتے ہیں، خود مسلمان باہر نہیں نکل سکتے ——— تو یہ ہے مسلمانوں کی زندگی کی ایک مثال کہ غیروں کے دوست ہیں، مگر اپنی قوم کے دشمن۔

ترقی اور فلاح کا راستہ | تو آپ خود سوچیں کہ اب مسلمان کیسے ترقی کر سکے گا۔ فلاح اور نجاح کیسے پا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو مسلمانوں کے لئے فلاح کی یہ صفتیں بیان فرمائی ہیں۔

قد افلح المومنون الذین ۰ ھم فی	بیشک وہ مومنین فلاح پا گئے جو نماز میں خشوع
صلاتھم خشعون ۰ والذین ھم	رکھنے والے ہیں اور جو لغویات سے کنارہ کش
عن اللغو معرضون ۰ والذین	رہتے ہیں اور جو تزکیہ نفس کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے
ھم للزکوٰۃ فاعلون ۰ والذین	ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت کرنے
ھم لفروجھم حفظون ۰ الا علیٰ	والے ہیں۔ ہاں اپنی بیویوں باندیوں سے نہیں
ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم	کہ اس طرح ان پر کوئی ملامت نہیں۔
غیر ملومین ۰ فمن ابتغی وراء	اور جو کوئی اس کے علاوہ خواہشات کی تکمیل کا
ذالک فاولئک ھم العدون ۰	طلبگار ہوگا۔ تو ایسے لوگ حد سے نکلنے والے
والذین ھم لاماناتھم وعھدھم	ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے
راعون ۰ والذین ھم علیٰ صلوٰتھم	والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی رکھنے
یحافظون ۰ اولئک ھم الوارثون ۰	والے ہیں۔ بس یہی لوگ وارث ہونے والے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن میں یہ سات صفتیں ہوں کہ نماز بڑی عاجزی سے پڑھے عبث کاموں سے جان کو بچائے رکھے۔ راستہ چلتے فضولیات سے احتراز کرے زکوٰۃ دے، زنا سے بچتا رہے، لوگوں کی امانتوں کو ضائع نہ کرے وعدہ خلافی نہ کرے، اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھے، سچے اور کھرے ہیں۔ راستہ چلتے نظریں جھکی ہوتی ہیں نمازوں کی نگہداشت کرتے ہیں۔ الغرض اعمال و اخلاق سیاست و معاشرت ہر چیز پاک ہے۔ وہی فلاح اور نجاح والے ہیں۔ یہ ہیں کامیابی اور ترقی کے اصول اور خدا نے ہماری کامیابی کی کوئی بات قرآن میں ہم سے چھپا نہیں رکھی نہ بھلائی اور نیکی کی باتیں چھپائی ہیں۔ فرمایا:

ولکن البر من آمن باللہ

والیوم الآخر والملئکۃ	نیکی یہ ہے کہ اللہ، یوم آخرت ملائکہ اور انبیاء
والکتٰب والنبیین واتی المال	پر ایمان رکھے اور مال کو دل سے رشتہ داروں یتیموں
علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ	مسکینوں مسافروں محتاجوں اور غلاموں کی
والمسٰکین وابن السبیل	آزادی پر خرچ کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور
والسائلین وفی الرقاب	زکوٰۃ دیتے ہیں اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور

واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ
والموفون بعھدھم اذا عٰھدوا
والصٰبرین فی الباساء والضراء
وحین الباس اولٰئک الذین
صدقوا واولٰئک ھم المتقون ۔

سختی اور مصیبت میں صبر کرنے والے لوگ
بیشک یہی لوگ سچے لوگ متقی ہیں ۔

اسلام سے روشن خیالوں کا مذاق بھائیو ! عرض یہ کرنا تھا کہ دعویٰ کے لحاظ سے تو ہم اسی کروڑ مسلمان ہیں ۔ مگر کتنے ہیں جو اپنی برائیوں پہ نظر نہیں رکھتے ۔ مجالس میں دین کے ساتھ اسلام کے ساتھ ہنستے رہتے ہیں ۔ دین کی بات کرنے والوں سے نفرت ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مولوی لوگ اولڈ فیشن والے یہ دقیانوسی لوگ کیا کرتے ہیں یہ کیا جنگلی ہیں کہ چودہ سو سال پرانی باتیں کرتے ہیں ۔ اسلام کی باتوں کو جنگلیوں کی باتیں کہیں تو کہئے کہ ایمان اور اسلام کا کیا رہ جاتا ہے ۔ پھر یہ کیسے رسول اللہ کا امتی اور عاشق رسول کہلا سکتا ہے ۔

ایک صحابی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تو آپ سے محبت ہے ۔ (آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو عشاق رسول ہیں الگ الگ ٹولیاں جماعتیں ، پارٹیاں ، عشاق کی بنی ہوئی ہیں ایک ایک محلہ اور گلی میں مگر دین کا ایک بھی نشان نظر نہ آئے مگر ہیں غلامانِ مصطفیٰ !)

حضور سے عشق کا معیار تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا کہ سوچ کر کہہ رہے ہو یا ویسے دعویٰ کرتے ہو ۔ کہا ہاں سوچا ہے تو فرمایا کہ ایک بات یاد رکھو کہ اگر میرے سچے عاشق ہو تو جیسا کہ پانی نشیب کی طرف تیزی سے بہتا ہے ۔ اسی طرح میرے عشاق کی طرف فقر و فاقہ بھاگتا ہے ۔ وہ دنیا و مافیہا کو اپنے لئے نہیں بلکہ خلق خدا کی بہبود کے لئے سمجھتا ہے ۔ وہ پھر سرمایہ دار نہیں بنتا ۔ وہ زکوٰۃ صدقات ، فک رقبہ ، اور دوسری شکلوں میں خرچ کرتا ہے ۔ جو میرا عاشق ہے وہ تو خود ننگا رہ کر دوسروں کو ڈھانپے گا ، خود بھوکا ہو کر دوسروں کو کھلائے گا ۔ اپنے نفس کی خواہشات کی قربانی دے گا ۔

اسلام اور رسول سے صحابہؓ کی محبت ان صحابہؓ نے پھر عشق رسول اور عشق اسلام کا سچا نمونہ بھی دنیا کو پیش کر دیا ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ صحابیؓ ہیں ۔ رسول کریمؐ کے عاشق تھے ۔ قیصر روم کے نرغے میں آئے کافروں نے بھوکا پیاسا رکھا اور پوچھا کہ اب کیا حال ہے ۔ اب تو اپنا راستہ چھوڑ کر میرے راستہ پہ چلتے ہو ۔ یا نہیں ۔ فرمایا یہ تو بھوک اور پیاس ہے آپ کا کیا خیال ہے کہ میں ایمان کے مسئلہ میں اتنا کمزور ہوں کہ بھوک کی وجہ سے اسلام چھوڑ دوں گا ۔ پھر کئی دن تک بھوکے اور پیاسے رکھے گئے تو شراب اور خنزیر کا گوشت بھون کر سامنے رکھ دیا گیا ۔ اب اگرچہ اسلام کا قانون یہ ہے کہ اگر ایک شخص بھوک

اور پیاس سے ہلاک ہوتا ہو۔ اسے مضطر کہتے ہیں۔ اور حالت اضطرار میں اسے اتنی رخصت ہے کہ دو چار گھونٹ یا دو چار لقمے حرام چیز کے کھا لی ہے مگر اتنی مقدار میں کہ مرنے سے بچ جائے۔ الا ما اضطررتم۔ ارشاد خداوندی ہے۔ حضرت عبداللہ بھی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ مگر غیرت ایمانی کا مسئلہ تھا۔ اور قیصر روم کو معلوم تھا کہ اسلام میں شراب اور سود حرام ہے۔ اور یہ بھی کہ حالت اضطرار میں اجازت بھی ہے۔ مگر پھر بھی سوچا تھا کہ تالیاں بجا سکوں گا کہ دیکھو اسی صحابی نے اپنے مذہب کے ایک مسئلہ کو توڑ دیا۔ مگر حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا حاشا وکلا۔ ہم مر بھی جائیں مگر ان چیزوں کو چکھیں گے بھی نہیں۔ اب بادشاہ سمجھا کہ اس طرح بھی یہ لوگ ٹھیک نہیں ہوتے۔ تو پھر تیل کی ایک ابلتی ہوئی کڑھائی لا دے پر رکھ دی اور پولیس کو حکم دیا کہ ان کے ایک ساتھی کو اس میں ڈال دو۔ اسے ڈال دیا گیا۔ اور وہ مسلمان فوراً جل بھن گیا، کوئلہ بن گیا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ جیسا یہ ساتھی تمہارا کباب بن گیا ایسا ہی حشر آپ کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس سے قبل انہیں سولی پر بھی چڑھا دیا گیا تھا کہ دو لکڑیوں میں باندھ کر تیروں کی بوچھاڑ کر دی مگر پولیس کو کہا کہ پاؤں پر نشانہ بناتے رہو کہ مرے نہیں دیکھتے ہیں کہ راضی ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر بھی یہ صحابیؓ نہ مانے نہ اسلام سے اپنی حق راہ سے ہٹنے سے معمولی آمادگی ظاہر کی۔ تو اب بادشاہ یہ آخری حربہ کڑاہی کا استعمال کر رہا تھا۔ تو ایک ساتھی ان کے سامنے ڈال دیا گیا۔ وہ شہید ہو گیا۔ اب انہیں اپنے مذہب کیطرف بلایا، مجبور کیا۔ مگر وہ نہ مانے کہا جا کہ اب اسے بھی کڑھائی میں ڈال دو۔ حضرت عبداللہ کو اس طرف روانہ کر دیا گیا۔ کڑھائی کے نزدیک پہنچے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بادشاہ سمجھا کہ شاید موت کو دیکھ کر اب نرم پڑ گیا تو کہا اسے واپس بلا لاؤ۔ واپس لائے گئے تو پوچھا کہ اب تو دل نرم ہو گیا، کہو اب کیا خیال ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے جواب میں کہا کہ اے بے وقوف شخص میری آنکھوں سے آنسو اس لئے جاری ہوئے کہ مجھے یقین ہے کہ کڑھائی میں گرتے ہی موت آئے گی اور اللہ کے ہاں میری پیشی ہو گی وصال ہو گا۔ تو روتا اس لئے ہوں کہ کاش میں نے اللہ کی راہ میں کچھ تو قربانی دی ہوتی صرف ایک روح قربان بھی کر دی تو کیا۔ جسم کے جتنے بال ہیں اتنی روحیں بھی قربان کر دیتا تو حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اب تو اللہ کے دربار میں پہنچ کر کچھ بھی پیش نہیں کر سکوں گا۔ ما عبدناک حق عبادتک ـــــ یا اللہ میں تو کوئی بھی جذبات ایمانی کا اظہار نہیں کر سکا، یہ ایک روح تو کوئی چیز بھی نہیں ـــــ۔

قیصر روم یہ جواب سن کر انگشت بدندان رہ گیا کہ ایسی قوم کا کون مقابلہ کر سکے گا۔ پھر کہا کہ چلو میری

پیشانی کا بوسہ دو تاکہ کچھ تو رعونیت قائم رہ سکے۔ تب چھوڑ دوں گا۔ کہا صرف مجھے یا میرے ساتھیوں کو بھی؟ کہا ساتھیوں کو بھی چھوڑ دوں گا۔ اور پیشانی چومنا نہ تو عبادت ہے نہ تعظیم، بچوں کی پیشانی بھی چومتے ہیں۔ تقبیل حب، اظہار مودت و محبت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ بہر تقدیر حضرت عبداللہؓ نے خیال کیا کہ اگر ایسا کرنے سے میرے مسلمان ساتھی رہا ہو سکتے ہیں تو کیا حرج ہے تو کہا اچھا یہ کر دوں گا۔ پھر قیصر روم نے حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ حضرت عمرؓ کا دور حکومت تھا، انہیں اطلاع پہنچی کہ یہ لوگ آرہے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اعلان کروایا کہ حضرت ابن حذافہ آرہے ہیں، سب اہل مدینہ ان کے استقبال کے لئے نکلیں اور ہر مسلمان ان کی پیشانی چوم لے کیونکہ اس کے ذریعہ سب کو نجات ملی تو پہلے خود حضرت عمرؓ نے انکی پیشانی چومی، صحابہ کرامؓ نے ـــــ

الغرض ایک جذبہ ہوتا تھا، اسلام سے محبت کا، کہ ہر لالچ سے بری ہو جاتے اور ہر تعلق سے سوائے تعلق مع اللہ والرسول کے چھوڑ دیتے۔ اور ماسوی اللہ سے لا پرواہ ہو جاتے اور صرف اللہ اور اس کے رسول کا تعلق مضبوطی سے تھام لیتے، تب دنیا اور آخرت کی سرخروئی ان کے قدم چومتی۔

اطاعت کی بدولت کایا پلٹ گئی | اس اطاعت اور ایمان کی بدولت ان صحابہؓ میں خالد بن ولید ـــ سیف من سیوف اللہ پیدا ہوئے، کل امت خیر الامم بن گئی۔ جنگل کے باشندے اور سوسمار کھانے والے ریگستان کے پتھروں کو پوجنے والے۔ لوگوں نے جب حضور اقدس ﷺ کے دامن مبارک کو تھاما تو ترقی کے کتنے اوج تک پہنچ گئے۔ آج دنیا حضرت عمر جیسا مدبر، عادل حکمران اور سیاستدان پیش نہیں کر سکتی۔ عدل و انصاف سے دنیا بھر دی، جدھر گئے فتوحات نے ان کے قدم چومے۔ یہ تو دنیا کی ترقی ہے۔ انہوں نے تو حضور اقدس ﷺ کے دامن کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے دربار کا قرب حاصل کیا۔ خداوند کریم کے دربار تک رسائی حاصل کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھتے ہیں صبح حضرت بلالؓ کو بشارت دی کہ اے بلال رات خواب میں دیکھا کہ تو جنت میں مجھ سے آگے آگے جا رہا ہے۔ گو یہ سبقت خادم خاص کی حیثیت سے تھی مگر کتنا عظیم مقام حضرت بلالؓ کو ملا۔ حضرت بلالؓ جو غلام تھے، حبشی تھے۔ مگر حضور ﷺ کے قدموں کو تھام کر حضور ﷺ کی برکت سے انہیں کتنا بڑا مقام حاصل کیا۔

حضور اقدس ﷺ کا دامن تھام لینے کی برکات | جس نے ایک دفعہ بھی حضور ﷺ کا نام سن کر ان پر درود شریف بھیجا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمتیں نازل کرے گا۔ ہر نیکی پر دس نیکیوں کا اجر دینا تو قانون ہے۔ مگر یہاں درود شریف کی ایک خاص بات ہے کہ اللہ تعالیٰ درود بھیجنے والے پر خود دس دفعہ [illegible] بھیجتا ہے اور اس کا نام اپنے دربار میں لیتا ہے۔ آج ہمارا اور آپ کا نام کبھی

معمولی حاکم کی مجلس میں بھی آجائے تو فخر اور عزت سمجھتے ہیں۔ مگر حضورؐ کے طفیل اللہ تعالیٰ کے ہاں دس دفعہ ہمارا نام آجاتا ہے۔ اور وہ فرشتوں میں اعلان فرما دیتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے راضی ہوں تو یہ حضورؐ کی برکت ہے۔ مولانا روم نے کہا کہ ایک مور مسکین کبوتر کے پاؤں میں اٹک گیا تو اس کی برکت سے خانہ کعبہ تک پہنچ گیا۔ درمیان کے سارے جنگل پہاڑ دریا عبور ہوگئے۔ یہ ایک مثال دی ہے۔ امت کے لئے کہ حضورؐ کے نقش پا پہ چل کر اللہ تک پہنچ سکتے ہو ورنہ ناممکن ہے۔ اس لئے صوفیا کہتے ہیں کہ تصوّف اور سلوک میں فنائی الشیخ کا درجہ ہے کہ شیخ رسول کی ذات میں فنا ہوتا ہے۔ اس کی اتباع و اطاعت کرکے فنافی الرسول کا مقام آتا ہے۔ اور فنافی الرسول ہونے سے فنافی اللہ کا درجہ مل سکتا ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ کے دربار میں حاضر باش ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم نماز میں جو اللہ کے ہاں حاضری ہوتی ہے۔ اپنا عجز اور نیاز پیش کرتے ہوئے التحیات للہ والصلوٰت والطیبات۔ کہہ کر اللہ کے سامنے اپنی ساری بندگی پیش کر دیتے ہیں کہ اے اللہ میری قولی میری بدنی اور میری مالی عبادتیں خالص آپ کے لئے ہیں میں مؤحّد ہوں میرا سب کچھ آپ کے لئے ہے۔ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ اور اس در پہ میرا حاضر ہونا یہ برکت کس کی ہے کہاں ہم اور کہاں ایسی پاک ذات سے ہمکلامی اور مناجات ہم تو تیرے حقیر غلام ہیں۔ اب جب نمازی اس ساری چیز پر نظر ڈالتا ہے تو جان لیتا ہے کہ یہ ساری برکت تو حضور اقدسؐ کی ہے تو بے اختیار اس کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اے اللہ کے برگزیدہ نبی تیری ہی برکت سے تو ہم اس مقام پر پہنچے۔ ہم تو چیونٹی سے بھی کمزور تھے۔ ہماری کیا طاقت تھی اور کیا حیثیت، کچھ بھی نہیں۔ دنیا میں بڑے بڑے عقلمند موجود ہیں۔ کوئی بت کے سامنے پڑا ہے۔ کوئی پیپل کے درخت کو اور کوئی ننگی شرمگاہوں کی پوجا کرتے ہیں۔ کوئی گوبر چاٹتے ہیں، کوئی تصویروں کی پوجا پاٹ میں لگا ہوا ہے۔ دنیا گمراہی میں مبتلا ہے۔ اور ہم صرف رب العالمین کے دربار میں سربسجود ہیں۔ تو اے نبی اللہ کیطرف سے تجھ پر ہر طرح کی سلامتی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ اور یہ تشہد سارا ہی اللہ کی وحدانیت کاملہ اور حضورؐ کی شان رحمۃ للعالمینی کا مظہر ہے۔

شب معراج کے مکالمہ کی حفاظت یہ شب معراج کے مکالمہ اور ملاقات کو ہم دہراتے ہیں، لکھا ہے کہ جب نبی کریمؐ معراج میں اللہ کے ہاں حاضر ہوئے تو التحیات تمام آداب ملاقات تعظیمات اور تحیات کو خداوند تعالیٰ کے لئے مخصوص فرما کر خطاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ الف لام استغراق کے لئے ہے کہ ہر عیب اور مصیبت سے تجھے سلامتی ہو۔ یہ التحیات کا جواب تھا۔ والصلوٰۃ کے جواب میں ورحمۃ اللہ۔ فرمایا۔ اور والطیبات کے جواب میں وبرکاتہٗ،

سے مشرف فرمایا۔ اور ایہاالنبی سے مخاطب فرما کر ان پر طاری شدہ ہیبت کم کرادی ۔ اور فرمایا کہ میری سلامتی رحمتیں اور برکتیں تجھ پر نازل ہوں، دنیا میں آخرت میں حشر و نشر میں برزخ میں ہر آن اور ہر لحظہ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ تیرے درجات، شئونات اور مقامات میں ہر لحظہ ترقی ہوتی رہے گی۔ اس اعزاز و اکرام سے نوازنے کے لئے میں نے تجھے بلایا ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے جب اپنے سلام کا یہ جواب سنا تو شان رحمۃٌ للعالمینی وہاں بھی جوش میں آگئی اور اس عظیم نعمت کا شکریہ بھی عظیم ہونا چاہیئے تھا۔ تو آپ نے یہ انعامات واکرام اسی وقت خداوند کریم کے منشار سے تمام عباد مقربین اور صالحین اولیاء انبیاء، ملائک، جنات، امم سابقہ ولاحقہ کے لیئے عام فرماتے ہوئے کہا: السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ اے اللہ مجھے دی گئی ان سلامتی اور رحمتوں میں اپنے سارے برگزیدہ نیک بندوں کو بھی شامل فرمالیجیئے۔ یہ نبی کریم کی شان رحمت تھی کہ رحمت و برکت اور سلامتی میں گذرے ہوئے اور آنے والے سارے صالحین کو شامل فرما دیا۔

اب ملائکہ اور قدوسیوں کی ساری کائنات جن و انس اور فرشتوں کی دنیا جو حضورؐ اور رب العالمین کے راز و نیاز کو سن سکتی تھی، سب نے حضورؐ کی شان رحمت کو دیکھا تو خوشی سے بے اختیار سب چلا اٹھے اور تمام انبیاء و صالحین نے حضورؐ کی عبدیت اور نبوت کی شہادت دی اور کہا کہ: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ۔ حضور اقدس کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ بھی عظیم الاخلاق تھے، انہیں بھی کہا گیا تھا کہ: انی جاعلک للناس اماما۔ میں تجھے دنیا کا امام بناتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے وسعت اخلاق سے کام لیکر فرمایا: ومن ذریتی۔ کہ میری اولاد میں سے بھی اس منصب پر فائز ہوں۔ اور یہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی ایک شان عظیمہ تھی کہ اس دعا کے اولین مصداق آپ کی اولاد میں ہمارے نبی کریمؐ ہیں مگر حضورؐ نے ساری کائنات سابقہ ولاحقہ کو اپنے انعامات واکرامات میں شریک کر دیا۔ اب اس کے بدلے قیامت تک آپ کی امت تشہد کے بعد حضورؐ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتی رہتی ہے۔ اور اس میں آپ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کو بھی اس میں شریک کرتی ہے۔

حضورؐ نے التحیات کے تین جملوں میں سب کچھ سمیٹ کر اللہ کے دربار میں پیش فرما دیا۔ اب جبکہ حضرت ہاجرہ کی دوڑ دھوپ، سعی اور صحابہؓ کی پہلوانی رمل اللہ نے قیامت تک جاری کر کے محفوظ فرما دی تو جو کائنات میں بندگی کا سب سے بڑا مظاہرہ تھا، وہ کیسے محفوظ نہ ہوتا۔ اس لیئے نماز میں حضورؐ کا تحیہ اور نذرانہ اللہ تعالیٰ کا جوابی انعام پھر نبی کریم کی جوابی گفتگو اور کائنات کی شہادت یہ ساری گفتگو اللہ تعالیٰ کو پسند آئی اور اسے نماز کی تشہد کی شکل میں محفوظ فرما دیا اس لیئے بعض علماء نے

کہا الصلوٰۃ معراج المومنین بظاہر اخبار ہے۔ مگر اس میں انشاء کا معنی بھی موجود ہے۔

حضورؐ سے وابستگی حقیقی محبت پر موقوف ہے۔ الغرض دین اور دنیا کی برکتیں حضورؐ کے صدقے سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہ وابستگی محبت اور رسول اللہ کی عظمت اور اطاعت کی شکل میں حاصل ہو سکتی ہے۔ محبت بھی ایسی کہ ہر چیز سے بڑھ کر ہو۔ فرمایا : لایومن احدکم ---- الخ۔ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں بن سکتا جب تک کہ ہر ایک سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ ہو۔ آپ کی عظمت و توقیر احترام اور وقار دل میں مخلوق کی ہر چیز سے بڑھ کر ہو۔ اور پھر اس محبت حقیقی کی برکت سے اطاعت بھی پیدا ہو جائے گی اسی وجہ سے صحابہؓ کو اطاعت آسان تھی ہمارے لئے مشکل اس لئے ہے کہ صحیح محبت نہیں۔

محبت و اطاعت لازم وملزوم ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ہم بیوی بچوں کی خاطر دن رات محنت اور مشقت اٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان سے محبت ہے کہ اچھا کھائیں پئیں، کسی والد نے کبھی بھی اس مشقت کی شکایت نہیں کی ۲۴ گھنٹے فکر میں لگا رہتا ہے۔ نہ تھکن کا احساس ہے نہ گرمی اور سردی کا، دن رات اولاد کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگا ہے۔ یہ کیا چیز ہے۔ یہ محبت کی تاثیر ہے۔ اور مجازی محبت کی ---- مجنوں کو لیلیٰ سے مجازی محبت تھی تو لیلیٰ کے در و دیوار کو بھی چومتا تھا۔ لوگ کہتے کہ یہ پاگل ہے۔ کہا پاگل نہیں لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے اس کے در و دیوار سے بھی محبت ہے۔ یہ در و دیوار بذات خود کچھ بھی نہیں اس پر رہنے والی کی خوشبو اور ہوائیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک دن لیلیٰ کی گلی کے کتے کو چوم رہا تھا۔ اس نے کہ اس کے قدم لیلیٰ کی گلیوں میں پڑے ہوئے ہوں گے۔

تو بھائیو! حقیقی محبت کی کتنی تاثیر ہو گی، اطاعت کی سب مشکلات آسان نہیں ہوں گی تو کیا ہو نگی۔ دیکھئے صحابہؓ کرام کو حقیقی محبت تھی تو حضورؐ جب بولتے تو صحابہؓ کے سر ادب اور احترام سے جھک جاتے کہ : کان علی رؤسھم الطیر۔ گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں کہ ذرا ہلے تو پرندہ اڑ نہ جائے ---- ایک مالدار منافق اپنے آپ کو حضورؐ اور صحابہؓ سے برتر سمجھ رہا تھا۔ اس کے بیٹے عبداللہ نے تلوار نکالدی اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا کہ تو باپ ہے۔ مگر حضورؐ سے بڑھ کر نہیں۔

یہ سب محبت حقیقی کے کرشمے ہوتے ہیں۔ آج پہلے تو محبت ہے نہیں۔ اور ہے بھی تو نام اور نمائش کی ہے۔ ورنہ سچی اور حقیقی محبت کے ساتھ اطاعت لازمی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی محبت اور اطاعت سے مالامال فرما دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔